# بیوہ

کاشی کے آریہ مندر مین پنڈت امرناتھ کی تقریر ہو رہی ہے، ناظرین مسحور سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پروفیسر دان ناتھ نے آگے کھسک کر اپنے دوست بابو امرت رائے کے کان میں کہا ''رٹی ہوئی تقریر ہے۔''

امرت رائے اسپیچ سننے میں محو تھے۔ اس کا جواب نہ دیا۔

دان ناتھ نے پھر کہا ''صاف رٹی ہوئی تقریر ہے۔ یہاں بیٹھنا فضول ہے، ٹینس کا وقت نکلا جا رہا ہے۔''

امرت رائے نے پھر بھی کچھ جواب نہ دیا۔ آخر دان ناتھ نے مایوسانہ انداز سے کہا۔ ''بھئی میں تو جاتا ہوں۔''

امرت رائے نے ان کی طرف بغیر دیکھے ہی کہا ''جاؤ شوق سے۔''

''تم کب تک بیٹھے رہو گے؟''

''میں تو آخر تک تقریر سن کر آؤں گا۔''

''بالکل بغلول ہو۔ یہ آخر اس تقریر میں ہے کیا؟''

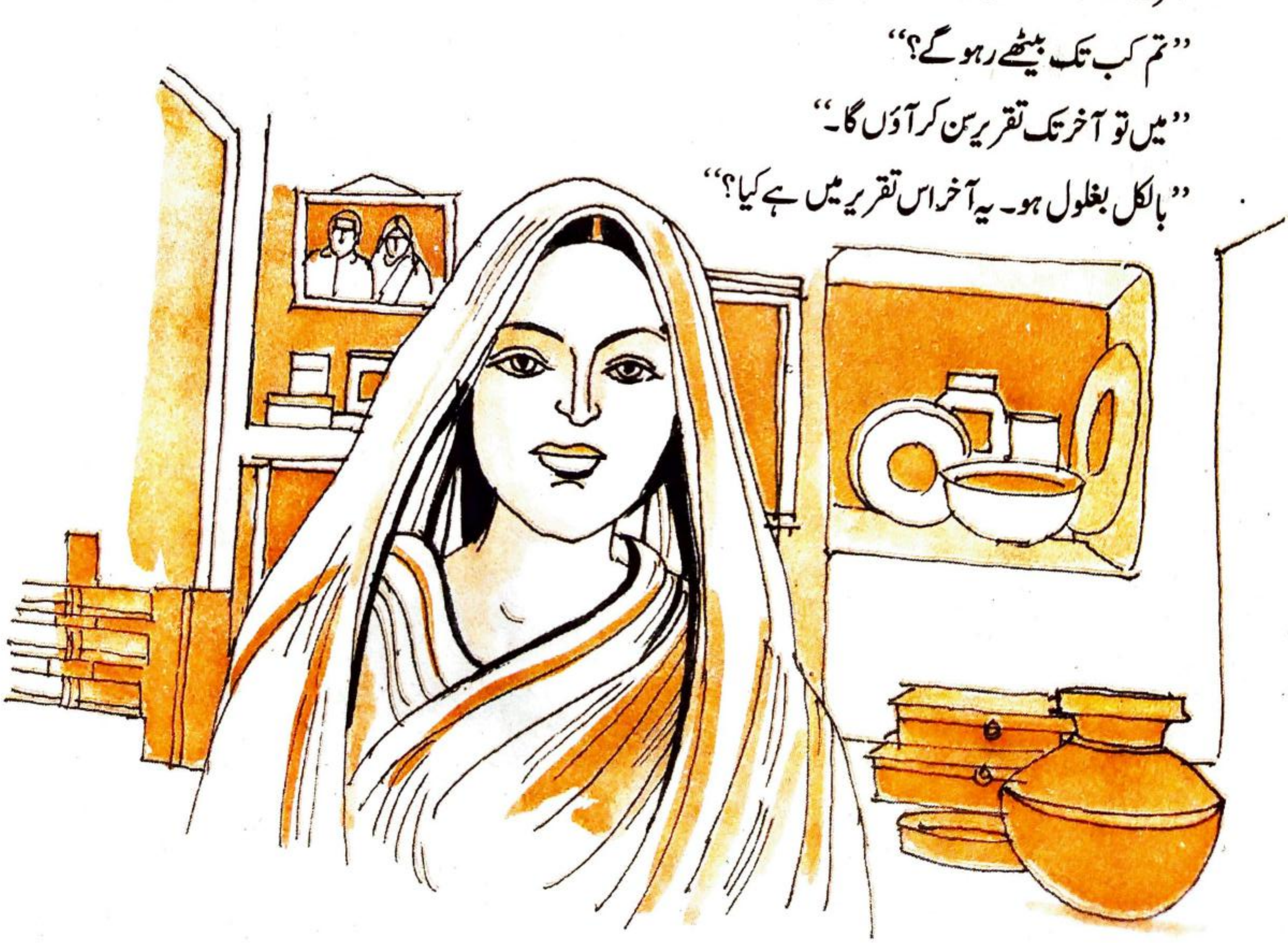

''تو تم جاؤ۔ میں تمھیں جبراً روکتا تو نہیں۔''

''اجی گھنٹوں بولے گا۔ رانڈ کا چرخہ ہے یا تقریر ہے۔''

''سننے بھی دو، بیکار بک بک کر رہے ہو۔ تمھیں جانا ہو تو جاؤ۔ میں تقریر ختم کر کے ہی اٹھوں گا۔''

''پچھتاؤ گے۔ آج پریما بھی کھیلنے آئے گی۔''

''تم اس سے میری طرف سے معافی مانگ لینا۔''

''مجھے کیا غرض ہے کہ آپ کی طرف سے معافی مانگوں۔''

دان ناتھ آسانی سے گلا چھوڑنے والے آدمی نہ تھے۔ گھڑی نکال کر دیکھی، پہلو بدلا اور بے صبری کے انداز سے پھر امرت رائے کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کی توجہ تقریر کی طرف نہیں، مقرر کی ڈاڑھی کی طرف تھی۔ ڈاڑھی کی جنبش پیہم میں انھیں بڑا مزا آرہا تھا۔ کچھ نہ کچھ بولتے رہنے کا مرض تھا۔ ایسا دلچسپ نظارہ دیکھ کر خاموش کیسے رہتے؟ امرت رائے کا ہاتھ دبا کر بولے

''آپ کی ڈاڑھی کتنی صفائی سے ہل رہی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ نوچ کر رکھ دو۔''

امرت رائے نے مکدّر ہو کر کہا ''تم بڑے بدنصیب ہو کہ ایسی دل آویز اور پُر اثر تقریر کا لطف نہیں اُٹھا سکتے۔''

مقرر نے کہا۔ ''میں آپ صاحبوں کے روبرو تقریر کرنے نہیں کھڑا ہوا ہوں۔''

دان ناتھ۔(آہستہ سے) ''اور کیا آپ گھاس کھودنے آئے ہیں۔''

مقرر۔ ''باتیں بہت ہو چکیں اب عمل کا موقع ہے۔''

دان ناتھ۔(آہستہ سے) ''جب آپ کی زبان آپ کے قابو میں رہے۔''

مقرر۔ ''جو اصحاب اپنی رفیق زندگی کا داغ اٹھا چکے ہیں وہ براہ کرم اپنے ہاتھ اٹھائیں۔''

دان ناتھ۔(دبی آواز سے) ''افوہ! یہاں تو آدھے سے زیادہ رنڈوے نکل آئے۔''

مقرر۔ ''جو اصحاب اس خیال سے متفق ہوں کہ رنڈووں کو کنواریوں سے شادی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے وہ براہِ کرم اپنے ہاتھ اٹھائیں۔''

صرف ایک ہاتھ اٹھتا ہے! یہ بابو امرت رائے کا ہاتھ ہے۔ اہل جلسہ ان کی طرف پُر سوال دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھنے لگتے ہیں۔

دان ناتھ نے امرت رائے کے کان میں کہا ''یہ کیا بیہودہ حرکت ہے؟ ہاتھ نیچے کرو۔''

امرت رائے۔ ''میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں اس سے بہتر دوسرا معاشرتی اصول نہیں ہے۔''

مقرر نے امرت رائے کو ان کی اخلاقی جرأت پر مبارک باد دی۔ چند جملوں میں ناظرین کی پست ہمتی پر افسوس کیا اور بیٹھ گئے۔ جلسہ ختم ہو گیا۔

اہل جلسہ ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے، دان ناتھ بھی باہر چلے آئے مگر امرت رائے ابھی تک محویت کی حالت میں دنیا ومافیہا سے بے خبر اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دان ناتھ نے ایک منٹ تک باہر کھڑے ہو کر انتظار کیا، تب اندر جا کر بولے ''ارے اب تو چلو گے یا یہیں ڈھئی دو گے؟''

امرت رائے نے چونک کر کہا ''ہاں ہاں چلو۔''

دونوں دوست آ کر موٹر میں بیٹھے، موٹر چل پڑی۔

دان ناتھ کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ پوچھا ''آج تمھیں یہ حماقت کیا سوجھی'' امرت رائے نے تمسخر کے انداز سے جواب دیا ''وہی سوجھی جو تمھیں سوجھی۔''

''پریما سنے گی تو کیا کہے گی؟''

''بے حد خوش ہوگی۔'' کم سے کم اسے خوش ہونا چاہیے۔ اپنے احباب کو فرض کے سامنے سر جھکاتے دیکھ کر کون خوش نہیں ہوتا؟''

دان ناتھ نے ملامت کی ''اجی جاؤ بھی، باتیں بناتے ہو۔ اسے تم سے کتنی محبت ہے یہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے، ابھی شادی نہیں ہوئی (حالانکہ تم خود اس کے ذمہ دار ہو) یہ درست ہے۔ لیکن سارا شہر جانتا ہے کہ وہ تمھاری منگیتر ہے سوچو اس کے اور تمھارے درمیان کتنی خط کتابت ہو چکی ہے۔ وہ دل میں تمھیں اپنا شوہر تسلیم کر چکی ہے، ایسی نازنین تمھیں دنیا کے پردے پر نہیں ملے گی۔ یہ سمجھ لو کہ تمھاری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ اپنے ساتھ اس کی زندگی بھی خراب کر دو گے۔ فرض کے نام پر جو چاہو کرو مگر پریما کو دل سے نہیں نکال سکتے۔''

امرت رائے متانت سے بولے ''یہ سب میں خوب سمجھ رہا ہوں بھائی جان، لیکن میرا ضمیر کہہ رہا ہے کہ مجھے اس سے شادی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، پنڈت امرناتھ کی تقریر نے میری آنکھیں کھول دیں۔''

امرناتھ کا نام آتے ہی دان ناتھ نے ناک سکوڑ کر کہا۔

''کیا کہنا ہے واہ! اس نے رٹ کر ایک تقریر کر دی اور تم لٹو ہو گئے۔ یہ اچھا اصول ہے کہ جس کی پہلی بیوی مر چکی ہو وہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہ کرے۔''

امرت رائے نے کہا" انصاف تو یہی کہتا ہے۔"

دان ناتھ بولے" تو بس ایک تمھارے انصاف پر چلنے سے قوم کی نجات ہو جائے گی، تم تنہا کچھ نہیں کر سکتے، ہاں کو بن سکتے ہو۔"

امرت رائے نے پر زور نظروں سے تاکتے ہوئے کہا" آدمی تنہا بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ تنہا آدمیوں نے خیالات میں انقلاب پیدا کر دیے ہیں۔ دنیا کی صورت بدل دی ہے۔ افراد کی داستانِ عمل سے تاریخیں پُر ہیں۔ گوتم بدھ کون تھا؟ وہ تنہا حق کی تلاش میں نکلا تھا اور اس کے دوران حیات میں ہی آدھی دنیا اس کے قدموں پر سر جھکا چکی تھی، افراد کے نام سے قوموں کے نام روشن ہیں، قومیں تباہ ہو گئیں آج ان کا نشان بھی باقی نہیں، مگر مخصوص ہستیوں کے نام ابھی باقی ہیں۔ میں اکیلا کچھ نہ کر سکوں، یہ دوسری بات ہے۔ اکثر جماعتیں بھی کچھ نہیں کر سکتیں۔ میرا خیال ہے کہ جماعتیں کبھی کچھ نہیں کر سکتیں، لیکن آدمی اکیلا کچھ نہیں کر سکتا، میں اس کلیے کو کبھی تسلیم نہ کروں گا۔"

دان ناتھ سہل پسند آدمی تھے۔ کسی اصول کے لیے تکلیف اٹھانا انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا۔ ایک کالج میں پروفیسر تھے۔ گیارہ بجے جاتے تھے۔ دو بجے لوٹ آتے تھے۔ باقی سارا وقت کتب بینی اور سیر و تفریح میں اڑا دیتے تھے۔

اس کے برعکس امرت رائے اصول پرور آدمی تھے اور بڑے دھن کے پکے۔ ایک بار کوئی فیصلہ کر کے اس سے منحرف نہ ہوتے تھے۔ پیشہ وکالت تھا مگر اس پیشے سے انہیں نفرت تھی۔ بنائے ہوئے مقدمے بھول کر بھی نہ لیتے تھے، لیکن جو مقدمہ لے لیتے اس کے لیے جان لڑا دیتے تھے۔ یہی سبب تھا، انہیں ناکامی کا صدمہ بہت کم اٹھانا پڑتا تھا۔ ان کی پہلی شادی اس وقت ہوئی تھی جب وہ کالج میں پڑھتے تھے۔ ایک لڑکا بھی پیدا ہوا لیکن زچہ اور بچّہ دونوں زچہ خانہ ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ امرت رائے کو اپنی بہن سے بڑی محبت تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب کبھی شادی نہ کروں گا لیکن جب بہن کی شادی ہو گئی اور والدین بھی ایک ہفتہ کے اندر ہیضے کے شکار ہو گئے تو سونا گھر پھاڑ کھانے لگا۔ دو سال سیر و سیاحت میں بسر کیے، لوٹے تو ہولی کے دن ان کے سُسر نے اس تقریب میں ان کی دعوت کی، وہ امرت رائے کے اطوار پر پہلے ہی سے فدا تھے۔ ان کی چھوٹی لڑکی پریما اب شادی کے قابل ہو گئی تھی۔ اس کے لیے امرت رائے سے بہتر شوہر انھیں دوسرا نظر نہ آیا۔ دو سال قبل امرت رائے نے پریما کو دیکھا تھا۔ وہ شگفتہ کلی اب ایک شگفتہ پھول تھی جس کی نزاکت اور لطافت آنکھوں کو لبھاتی تھی۔ امرت رائے کا غم نصیب دل یہاں سے محبت کا اثر لے کر لوٹا۔ تب سے جب طبیعت گھبراتی سسرال چلے جاتے اور دو گھڑی ہنس بول کر چلے آتے۔ ایک دن ان کی ساس نے ان سے مطلب کی بات کہہ دی، امرت رائے تو پریما کے رنگ و بو پر پہلے ہی نثار تھے۔ اندھے کو جیسے آنکھیں مل گئیں۔ شادی طے ہو گئی اسی